

ملیگا اور ان کے اعمال کی قدر کس صورت میں ہوگی؟ اس کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، اور اللہ نے اپنی کتاب میں جیب اس کی کوئی تصریح نہیں کی ہے تو مجھے اور کسی کو بھی اپنی رائے سے اسکی تعیین کرنے کا کوئی حق نہیں۔ میں یقین کے ساتھ جو کچھ کہہ سکتا ہوں وہ بس اسی قدر ہے کہ نہ تو وہ اس اونے درجہ میں رکھے جائیں گے جو بدکار کافروں کے لیے ہے، اور ان کامل الایمان لوگوں کے ہم مرتبہ کر دیئے جائیں گے جو تمام رسولوں کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تمام کتابوں کے ساتھ قرآن مجید پر ایمان ملائے ہیں۔

قرآن اور سنت رسول

حضرت محترم ادام اللہ فضلكم السلام علیکم رحمۃ اللہ! میں متواتر ضرورت حدیث کے سلسلہ میں آپ سلسلہ مضافین دیکھ چکا ہوں۔ میں نہ تو ان غالی مخالفین احادیث سے ہوں کہ کسی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھکرا دوں اور نہ کورانہ روایات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوں آپ سے ان دو اصولوں کے ماتحت امسال کے ماہ نامہ اول کے اشارات کی دی ہوئی اجازت کی رو سے کہ صرف تحقیق کے زاوۃ نگاہ سے ہے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میری ادبیات احباب کی تسلی فرمائیں۔

اصول نمبر ۱: قرآن حکیم نجات کیلئے کافی ہے یا نہیں؟ اگر کافی ہے تو تفصیلات نماز وغیرہ جو غیر از قرآن ہیں کیوں فریضہ اولین قرار دی جائیں؟

مزید قابل غور امر یہ ہے کہ باقی مکان اسلام ہندوہ - زکوۃ - حج (جو سال میں یا عمر بھر میں ایک دفعہ ادا کرنے ضروری ہیں) کی تفصیلات تو قرآن بیان کرتا ہے لیکن نماز جو ایک دن میں ۵ دفعہ ادا کرنی ضروری ہے اس کی تفصیلات رکعتیں وغیرہ کیوں بیان نہیں کرتا؟

اصول نمبر ۲ (الف): مسلمانوں کی تباہی کا سبب کیا روایات نہیں ہیں؟

ادب، کوئی قوم جس کا شیرازہ منتشر ہو گیا ہمارا جس کے لیے مختلف آرٹھ موجود ہیں اس وقت تک قی نہیں کر سکتی جب تک ایک آرڈر پر اصول و عدت نہ ہو جائے۔ کیا روایات کے قبول کرتے ہوئے مسلم قوم کے لیے آپ ایک آرڈر کی توقع رکھ سکتے ہیں؟ میرا ایمان ہے کہ اس وقت مسلمان ہر وعدت و یگانگت اور اتحادی سے نجات حاصل کر سکتے ہیں اصولاً اس وعدت کا حل آپ کیا تجویز کریں گے۔

خادم عبالحکیم مرزا - ریا لکھٹ

ترجمان القرآن - آپ نے جو سوالات کیے ہیں وہ اتنے پیچیدہ نہیں ہیں کہ تھوڑے سے تامل سے خود آپ ہی ان کا جواب نہ پالیتے۔ ترجمان القرآن کے اُن مضامین میں بھی جن کا آپ نے حوالہ دیا ہے، ان میں سے بعض سوالات کا حل موجود ہے۔ تاہم جب آپ کو ان مسائل میں الجھن پیش آ رہی ہے اور کچھ دوسرے لوگ بھی اس الجھن میں مبتلا ہیں تو ان کی تشفی کے لیے مختصراً کچھ عرض کیا جاتا ہے :-

(۱) قرآن حکیم نجات، کے لیے نہیں بلکہ ”ہدایت“ کے لیے کافی ہے۔ اس کا کلام صحیح فکر اور صحیح عمل کی راہ بتاتا ہے اور اس رہنمائی میں وہ یقیناً کافی ہے۔ مگر نجات کے لیے صرف قرآن کا پڑھ لینا کافی نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم ذہن و صفت کے ساتھ اس کی تباہی ہوئی راہ پر چلیں اور وہی اعتقاد رکھیں جس کی تعلیم قرآن نے دی ہے، اور اسی قانون کے مطابق عمل کریں جس کے اصول قرآن نے مقرر کیے ہیں۔

(۲) ہدایت کے لیے قرآن کے کافی ہونے کا مفہوم بھی عام طور پر غلط سمجھا جاتا ہے کسی کتاب کے متعلق جب ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ کسی علم یا فن کی تعلیم کے لیے کافی ہے، تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس فن کے جتنے گڑ ہیں، یا اس علم کے جتنے اہم مسائل ہیں وہ سب اس کتاب میں آ گئے ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہر شخص جو اس کتاب کے الفاظ کو پڑھ سکتا ہو، اس کے تمام مطالب پر حاوی ہو جائے گا، اور محض کتاب کے مطالعہ ہی سے اس کو اپنے فن میں اتنی مہارت بھی حاصل ہو جائیگی کہ وہ عملاً اس سے کام لے سکے۔ کتاب اپنی جگہ کتنی ہی کامل بھی ہو۔ لیکن دوسری طرف اس کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ایک طرف تو خود طالب علم میں ایک خاص استعداد موجود ہو، اور دوسری طرف ایک ماہر فن استاد بھی موجود صرف کتاب کے

مطالب کی توضیح و تشریح کرے، بلکہ مشاہدہ اور مشق و تمرین کے ذریعے فن کی وہ عملی تفصیلات بھی سکھا دے جو نہ تو کتابیں پوری طرح بیان کر سکتی ہیں، اور نہ محض کتاب میں پڑھنے سے کوئی ان پر علم عمل کے اعتبار سے حاوی ہو سکتا ہے۔ بس یہی حال قرآن مجید کا بھی ہے۔ وہ اس لحاظ سے ہدایت کے لیے کافی ہے کہ اس میں وہ صحیح علم موجود ہے جس کی روشنی میں انسان صراطِ مستقیم پر چل سکتا ہے اور وہ تمام اصول اس میں بیان کر دیئے گئے ہیں جن پر اللہ کا پسندیدہ دین قائم ہے۔ مگر اس علم سے فائدہ اٹھانے کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک یہ کہ طالب علم استفادہ کی خالص نیت رکھتا ہو اور ان علوم سے واقف ہو جو قرآن کو سمجھنے کے لیے ضروری ہیں۔ دوسرے یہ کہ ایک ماہر فن استاد موجود ہو جو کتاب اللہ کے نکات سمجھائے، آیات کا صحیح معنی و مفہوم بتائے، احکام پر عمل کے دکھائے، اور اصول و ذرائع کو عملی زندگی میں نافذ کر کے ان کا تفصیلی ضابطہ مقرر کر دے۔ پہلی چیز کا تعلق شخص کی اپنی ذات سے ہے۔ دوسری چیز تو اس کا انتظام اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔ کتاب کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی غرض سے بھیجا گیا تھا کہ آپ اس ماہر فن استاد کی ضرورت کو پیدا کریں۔ آپ نے استاد کی حیثیت سے جو کچھ بتایا اور سکھایا ہے وہ بھی اسی طرح خدا کی طرف سے ہے جس طرح قرآن خدا کی طرف سے ہے۔ اسکو ”غیر از قرآن“ کہنا صحیح نہیں ہے۔ جو شخص اسکی ضرورت کا منکر ہے، اور قرآن کو اس معنی میں کافی کہتا ہے کہ اس کو سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی و عملی ہدایت کی حاجت نہیں ہے، وہ دراصل یہ کہتا ہے کہ صرف قرآن کی تنزیل کافی تھی خدا نے نعوذ باللہ یہ خلعت کیا کہ اس کے ساتھ رسول کو بھی مبعوث کیا۔

(۳) آپ پوچھتے ہیں کہ ”تفصیلات نماز وغیرہ جو ”غیر از قرآن“ ہیں کیوں فریضہ اولین قرار دی جائیں؟“ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی تفصیلات نماز وغیرہ کو غیر از قرآن کہنا ہی سرے سے غلط ہے۔ اگر کوئی ماہر فن طبیب کسی قاعدہ کو عملی تجربہ کر کے شاگردوں کو سمجھائے تو آپ اسے خارج از فن نہیں کہہ سکتے۔ اگر کوئی پروفیسر فلیدس کسی مسئلہ کو اشکال کھینچ کر تشریح و تفصیل کے ساتھ سمجھائے تو آپ اس کو ”غیر از فلیدس“ نہیں کہہ سکتے۔ ہر علم و فن کی اصولی کتابوں میں صرف اصول اور اہمات مسائل بیان کر دیئے جاتے ہیں، اور عملی تفصیلات

استاد کے لیے چھوڑ دی جاتی ہیں، کیونکہ استاد عملی مظاہرے سے جس بات کو چند لمحوں میں بتا سکتا ہے، اسی کو اگر الفاظ میں بیان کیا جائے تو صفحے کے صفحے سیاہ ہو جائیں اور پھر بھی شاگردوں کے لیے لفظی بیان کے مطابق ٹھیک ٹھیک عمل کرنا مشکل ہو جائے۔ کتاب کے حسن کلام اور اس کے کمال ایجاز کا غارت ہو جانا مزید برآں۔ یہ حکیمانہ قاعدہ جس کو معمولی انسان تک اپنے علوم و فنون کی تعلیم میں ملحوظ رکھتے ہیں، آپ کی خواہش ہے کہ وہ سب بڑا حکیم جس نے قرآن نازل کیا ہے اس کو نظر انداز کر دیتا۔ آپ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں نماز کے اوقات کا نقشہ بتاتا۔ رکعتوں کی تفصیل دیتا، رکوع و سجود اور قیلم و قنود کی متین تفصیل کے ساتھ بیان کرتا، بلکہ نماز کی رائج الوقت کتابوں کی طرح ہر ہیئت کی تصویر بھی مقابل کے صفحے پر بنا دیتا، پھر تکبیر تحریر سے لیکر سلام تک نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے وہ بھی لکھتا، اور اس کے بعد وہ مختلف جزئی مسائل تحریر کرتا جن کے معلوم کرنے کی ہر نمازی کو ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح قرآن کے حکم انکم دو تین پارے صرف نماز کے لیے مخصوص ہو جاتے۔ پھر اسی طور پر دو تین تین پارے روزہ، حج اور زکوٰۃ کے تفصیلی مسائل پر بھی مشتمل ہوتے۔ اس کے ساتھ شریعت کے دوسرے معاملات بھی جو قریب قریب زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہیں، جزئیات کی پوری تفصیل کے ساتھ درج کتاب کیے جاتے اگر ایسا ہوتا تو بلاشبہ آپ کی یہ خواہش تو پوری ہو جاتی کہ شریعت کا کوئی مسئلہ ”غیر از قرآن“ نہ ہو۔ لیکن اس سے قرآن مجید کم انکم انسانیکلو پیڈ یا برٹانیکا کے برابر ختم ہو جاتا، اور وہ تمام فوائد باطل ہو جاتے جو اس کتاب کو محض ایک مختصر سی اصولی کتاب رکھنے سے حاصل ہوئے ہیں۔

(۲۷) یہ تو آپ کو بھی تسلیم ہے کہ قرآن حکیم میں نماز وغیرہ کی تفصیلات بیان نہیں کی گئی ہیں بلکہ صرف ارکان اسلام کی فرضیت پر زور دیا گیا ہے، ان کے قائم کرنے کی بار بار تاکید کی گئی ہے، اور کہیں کہیں ان کے ادا کرنے کے طریقوں کی طرف بھی اشارات کر دیئے ہیں جو عملی تفصیلات پر کسی طرح بھی مشتمل نہیں کہے جاسکتے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان تفصیلات کو مقرر کرنے والا کون ہے؟ کیا وہ ہر شخص کے اختیار تفسیری پر چھوڑ دی گئی ہیں کہ جو جس طرح چاہے عمل کرے؟ اگر ایسا ہوتا تو دو مسلمانوں کی نمازیں بھی شاید ایک طریقے پر نہ ہوتیں۔ نہ دوسرے ارکان اسلام کے عملی طریقوں میں مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کی ہم آہنگی پائی جاتی۔ آج آپ جس ”شیرازہ قومی“ کے انتشار کا ماتم فرما رہے ہیں، وہ صرف چند

آرڈروں کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔ تاہم ہر آرڈر میں لاکھوں کروڑوں مسلمان مجتمع ہیں۔ لیکن اگر ہر شخص قرآن کے احکام کی عملی تفصیلات مقرر کرنے میں مختار ہوتا، تو اسلام کے پیروں میں سرے سے کوئی آرڈر ہی نہ ہوتا۔ ان مختلف افراد کو جس چیز نے ایک قوم بنایا ہے وہ اعتقاد و عمل کی یک رنگی و یکسانی کے سوا اور کچھ نہیں ہے، اور یہ معلوم ہے کہ نظام جماعت کو قائم کرنے میں اعتقاد کے اشتراک سے بڑھ کر عمل کا اشتراک کارگر ہوتا ہے، کیونکہ انسان جو اس کا بندہ ہے، اور اس کے جو اس کو محسوس صورتیں ہی متاثر کر سکتی ہیں، اور اپنی صورتوں کی یکسانی و یک رنگی اس میں جمہیت کا احساس پیدا کرتی ہے۔ لہذا طریقہ ہائے عمل کو افراد کے اختیار پر چھوڑ دینے کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ بعض اعتقاد کے خسران سے مسلمان کبھی ایک قوم نہ بن سکتے۔ پھر جب وحدت قومی کے لئے اتحاد مل جائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں وہ تفصیلات نہیں دیں جن سے یہ اتحاد حاصل ہو سکتا تھا تو آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کون تھا جس کے مقرر کیے ہوئے طریقوں کو تمام امت بالاتفاق واجب التقلید سمجھتی اور جس کی پیروی ہر زمانے اور ہر ملک کے کروڑوں متبعین اسلام مجتمع ہو جاتے؟ یہ انحضرت ہی کا فیض تعلیم تو ہے جس کی بدولت آج ساڑھے تیرہ سو برس سے تمام مسلمان ایک ہی ہئیت سے نماز پڑھتے ہیں، ایک ہی طریقہ سے حج کرتے ہیں، ایک ہی زمانہ میں ایک ہی طرح روزے رکھتے ہیں۔ فرق جو کچھ بھی ہے محض جزئیات کا ہے، اور وہ بھی اس بنا پر نہیں ہے کہ کوئی مسلمان خود اپنے آپ کو ان جزئیات کے مقرر کرنے کا حق دار سمجھتا ہے، بلکہ اس بنا پر ہے کہ ہر گروہ اپنے علم کے مطابق اسی جزئیہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب سمجھتا ہے جس پر وہ حامل ہے۔ باقی رہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لامت، اور آپ کی سنت کا واجب التقلید ہونا تو گنتی کے چند افراد کے سوا تمام امت اس پر متفق ہے، اور اسی اتفاق پر مسلمانوں کی وحدت قومی کا انحصار ہے۔

(۵) آپ قرآن مجید میں ایک مرتبہ پھر غور سے ملاحظہ فرمائیے کہ اس میں روزہ، حج، اور زکوٰۃ کی تفصیلات کہاں ہیں؟ زکوٰۃ کے متعلق تو یہ بھی نہیں بتایا گیا ہے کہ کن چیزوں پر زکوٰۃ دی جائے، اور زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے؟ حج اور روزہ کے جن احکام کو آپ تفصیلات سے تعبیر کر رہے ہیں وہ نماز کے احکام سے بھی زیادہ بھل ہیں۔ آپ غور سے دیکھیں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ قرآن مجید بڑا اعلیٰ سے آخر تک اس قاعدہ کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ ہر از و بیان ایمانیات کی